مسدس

در صفت نمایش وستایش عالیجناب معلی القاب

والا جاہ آر - ایل - ایچ - کلارک - صاحب

مجسٹریٹ وکلکٹر بہادر ضلع علیگڈہ دام اقبالہ

جو تاریخ ۱۰- فروری سنہ ۱۹۰۶ء دربار اختتام نمایش علیگڈہ میں پڑہا گیا

باہتمام خاکسار سعید احمد

در مطبع احمدی علی گڑہ طبع شد ۱۳۲۴ ۱۹۰۶

۷۸۶

مسدس در صفت نمایش و ستایش عالیجناب معلیٰ القاب والا جاہ
آر۔ ایل۔ ایچ۔ کلارک صاحب مجسٹریٹ و کلکٹر بہادر ضلع علی گڈھ
دام اقبالہٗ

من تصنیف کمترین محمد حسین المتخلص برق پیشکار جناب سکرٹری
مینوسپل بورڈ شہر ہاتھرس

کیا ہے کہ آج خلق کا اک اژدہام ہے
مصروف انبساط ہر اک خاص و عام ہے
پھر کہیں پولس کا کہیں اہتمام ہے
کیا ہے کہ جشن جم کی بھی ترکی تمام ہے
جلوے ہیں جھنڈیوں میں عجب آن بان کے
فراٹے بھر رہے ہیں پھریرے نشان کے

چمن کا ہو رہا ہے صفائی ہے ہر طرف
پھولوں کی سرخ بیل لگائی ہے ہر طرف
پڑی پہ سبز گھاس جمائی ہے ہر طرف
شانِ خدا کی جلوہ نمائی ہے ہر طرف

نظارہ آج حوصلہ اپنا نکال لے
نیچر کی صنعتوں کو ذرا دیکھ بھال لے

خیموں کی دلفریب و مسلسل قطار ہیں
زریں کلس ہیں چوب بھی سب زرنگار ہیں
بے چوبہ فلک سے کہیں شاندار ہیں
گل بوٹے فرش کے ہیں کہ باغ و بہار ہیں

پریوں کے ہوش اڑتے ہیں چلمن کی نور سے
خورشید تاک جھانک میں ہے دور دور سے

چلمن کی تیلیاں بھی جواہر نگار ہیں
وہ آب و تاب ہے کہ شعاعیں نثار ہیں
وہ رنگ و روپ ہے کہ سراپا بہار ہیں
تارِ نفس کی خاص بھی رشتہ دار ہیں

بھالوں میں یہ چمک نہ یہ شوخی خدنگ میں
ڈوبی ہوئی ہیں مثل رگِ گل یہ رنگ میں

کیا خوب آج شہر علیگڈھ کی شان ہے
وہ اسکا اوج ہے کہ زمیں آسمان ہے
نام خدا یہ شہر بھی شہروں کی جان ہے
ذروں کی ہے صدا کہ خدا مہربان ہے

منظر ہے دلفریب عمارت بلند ہے
ہر شخص خوش نصیب ہے اقبالمند ہے

فضلِ خدا سے مرکزِ علم و ہنر یہ ہے
سید کے نخلِ فیض کا شیریں ثمر یہ ہے

گنجینۂ کمال و صفاتِ بشر یہ ہے
تعلیمِ مغربی کا جو سچ پوچھو گھر یہ ہے

کلیاں نصیب کی اِسی گلشن میں کھلتی ہیں
ایم۔ اے۔ کی ڈگریاں اسی کالج سے ملتی ہیں

بجتے ہیں شادیانے مسرت کی حد نہیں
دلمیں نشان کاوش و نام حسد نہیں

سایل کا جو سوال ہے اسوقت رد نہیں
حیرت یہ ہے بدوں کے خیالاتِ بد نہیں

شادی کا غلغلہ ہے مسرت کی دھوم ہے
دولت سرا ے دلمیں خوشی کا ہجوم ہے

قصرِ سخا و جود کے ہیں در کھلے ہوئے
سررشتہ ہاے کیسۂ پر زر کھلے ہوئے

عطرِ شمیمِ فیض کے کنٹر کھلے ہوئے
انعام کو ہیں بنک کے دفتر کھلے ہوئے

عذر گنہ قبول خطائیں معاف ہیں
آئینۂ دل کی گرد کدورت سے صاف ہیں

نشو و نما کا گلشنِ عالم میں جوش ہے
آغوشِ گل میں بلبلِ خانہ بدوش ہے

صحرا برنگ تختۂ گل سبزپوش ہے
گلگیر کو ملا لقبِ گلفروش ہے

ہر شاخ ہے شگوفہ و گل سے ہری بھری
زاہد کے زہدِ خشک کی ڈالی ہری بھری

لاین ہے کرسیوں کی برابر لگی ہوئی
ہر شخص کی نگاہ ہے جسپر لگی ہوئی
اک صدر میں ہے کرسیِ پُرزر لگی ہوئی
چاندی کی ہے تمام جواہر لگی ہوئی
خورشید ہے مقر کہ یہ کرسی ہے نور کی
ہے نشست خاص ہماری حضور کی

رونق فزائے بزم ہیں حکام باوقار
شاہانہ رعب و داب کا نقشہ ہے روبکار
بیٹھے ہیں کرسیوں پہ رُو سامنے نامدار
بے انتہا شکوہ ہے شوکت ہے بیشمار
جمشید فر کلارک بہادر کا دور ہے
دربار کا کچھ آج تجمل ہی اور ہے

اس سرزمیں کے نیر اعظم حضور ہیں
جود و سخا میں غیرت حاتم حضور ہیں
مخدوم ہیں حضور مکرم حضور ہیں
عالیجناب خیر مجسم حضور ہیں
ذات حضور مخزن حسن صفات ہے
کیا عقل کو ہے دخل خدا ساز بات ہے

مبدا فیض عام و سخاوت حضور ہیں
ابر کرم ہیں بحر کرامت حضور ہیں
سرچشمۂ عطا و عطوفت حضور ہیں
لاریب بادشاہ سلامت حضور ہیں
نشہ ہے انڈیا حضور کا لنکا حضور کا
بجتا ہے سارے ملک میں ڈنکا حضور کا

منصف مزاج عدل و عدالت میں منتظیر
شاہانہ رعب و داب میں شوکت میں منتظیر

بخشش میں بے مثال سعادت میں بے نظیر
شیرِ ببر کی طرح ہمت میں بے نظیر

بے مثل ہیں حضور فلک بارگاہ میں
قایم مقام قیصرِ عالم پناہ میں

جاہ و وقار خادم ادنےٰ کا نام ہے
اقبال خانہ زاد در فیض عام ہے

شوکت کنیز خاص تہور غلام ہے
گھوڑے کے ساتھ ساتھ رواں احتشام ہے

رتبہ نہ کچھ نگاہ میں ظلِ ہما کا ہے
سایہ سرِ حضور پہ فضلِ خدا کا ہے

دربار آپ کا نہیں دربارِ جم سے کم
دامانِ در فشاں نہیں ابر کرم سے کم

دربارِ جم ہے آپ کا دربار کم سے کم
اکسیر مرتبہ میں ہے خاکِ قدم سے کم

کیا بے نظیر آپ کا دربار عام ہے
دربارِ قیصری کا نمونہ تمام ہے

والئی پرنسپل اسٹیٹ ہیں نوابِ مستطاب
ازبس خطاب ہے نواب بھی خطاب

سیرت میں منتظیر تو صورت میں انتخاب
ذاتِ جنابِ یوسف علیخاں ہی لاجواب

یوسف عزیز مصر تھے جانِ جہان میں
حق تو یہ ہے کہ یوسفِ ہندوستان ہیں

ہمنام ہیں جو آپ تو یوسف جمال بھی
فیاض بھی سخی بھی کریم الخصال بھی
بینش و بے نظیر و عدیم المثال بھی
روشن دل و دماغ بھی روشن خیال بھی
رنگ سخن پہ غنچۂ خنداں تشار ہیں
زیب گلو شگفتہ دعاؤں کے ہار ہیں

مجمع ہے قدر دانوں کا اہل نظر بھی ہیں
حکام ذی وقار بھی ہیں داد گر بھی ہیں
جوہر شناس صاحب علم و ہنر بھی ہیں
سردار بھی رئیس بھی عالی گہر بھی ہیں
پرکھیں مرے جواہر زریں معتال کو
گاہک پسند کرتے ہیں خوش رنگ مال کو

مصرعہ ہر ایک سلک جواہر سے کم نہیں
مطلع چمک میں مہر منور سے کم نہیں
نقطوں کا رنگ ڈھنگ گل تر سے کم نہیں
ہر لفظ آب و تاب میں گوہر سے کم نہیں
حاضر ہوا ہے برق نہ خالی حضور میں
لایا ہے بہر نذر یہ ڈالی حضور میں

وہ دلکشا حضور کا عہد سعید ہے
آرام جیب سے رونق مزید ہے
ہر شب شب برات ہے ہر روز عید ہے
حاضر ہے دست بستہ جو دل میں امید ہے
دامن وہ کونسا ہے جو مقصد سے پر نہیں
قطرہ وہ کونسا ہے صدف میں جو در نہیں

خائف ہیں جرم پیشہ جرائم کے نام سے
چوروں کا دل لرزتا ہے چوری کے کام سے

قزاق دست کش ہوئے مال حرام سے
پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں سب گھر میں شام سے

تکلیف کوئی ہو تو بتائیں حضور کو
دیتے ہیں خاص و عام دعائیں حضور کو

کیا خوفناک عہد سلف میں تھیں جھاڑیاں
غار عمیق تھے تو کہیں تھیں پہاڑیاں

سڑکیں نہ آہنی تھیں نہ یہ ریل گاڑیاں
دیکھی نہ تھی یہ خواب میں ہم نے سواریاں

یہ نظم ڈاک کا تھا نہ ٹیلیگراف تھا
قصہ یہ مختصر ہے کہ مطلع ہی صاف تھا

نہریں نہ جا بجا تھیں نہ شاداب تھی زمیں
زرخیز اس طرح تھی نہ سیراب تھی زمیں

ہر سمت خاک اڑتی تھی بے آب تھی زمیں
تشنہ لبی سے مضطر و بیتاب تھی زمیں

ابر کرم نے فیض کے دریا بہا دیے
خاکی تھی جتنے کھیت وہ آبی بنا دیے

تعلیم کے لئے تھے نہ اسکول جا بجا
دار الشفا نہ تھا نہ کہیں ہسپتال تھا

ملتی نہ تھی غریبوں کو یوں مفت میں دوا
سامان امن و چین مہیا تھا اور کیا

حاصل جو عیش آج ہے ہرگز وہ کل نہ تھا
یہ نظم و نسق اور یہ طرز عمل نہ تھا

پاتے ہیں ہم خوشی کا اثر ہر بشر میں آج — راحت ہے قلب میں تو مسرت جگر میں آج

کیوں اس کی قدر ہو نہ ہماری نظر میں آج — یہ دن وہ ہے ملا ہے ہمیں سال بھر میں آج

سالانہ یادداشت میں یہ انتخاب ہے

یہ دن وہ ہے جو آپ ہی اپنا جواب ہے

امسال ہے حضور نمائش کی شان اور — کچھ ٹھاٹ اور اور ہیں کچھ آن بان اور

شان و شکوہ اور ہے شاہی نشان اور — کچھ دھوم دھام اور ہے کچھ چین چان اور

صحرا میں اک کرشمہ قدرت کا روپ ہے

پھیلی ہو چاندنی بھی مصفا وہ دھوپ ہے

تو چندی اسکے سامنے ناچیز مال ہے — ماہ دو ہفتہ یہ وہ خمیدہ ہلال ہے

وہ پیر یہ جوان وہ ماضی یہ حال ہے — یہ برسر عروج وہ زیر زوال ہے

بازار مصر اس کی ایک ادنیٰ سی نقل ہے

وہ اک پرانا عکس یہ در اصل اصل ہے

آراستہ دو رویہ دکانوں کی ہے قطار — رونق سے ہے حجاب تو زینت سے ہے شیا

ہر چیز خوشنما ہے ہر اک شے ہے آبدار — شرمندہ صنعتوں سے ہیں پیرس کو دو سنگا

بازار کیا مرقع جادو نگار ہے

گلشن ہے لوٹ پوٹ تصدق بہار ہے

پشمینہ اک طرف ہے تو ہیں شال اکطرف
زریں کلاہ ریشمی رومال اک طرف

کابل کا میوہ ہند کا ہے مال اک طرف
نقشی مرادآباد کے ہیں تھال اکطرف

گلدستے ہیں کہ شاہد گل کی برات ہے
دہلی کے پھولوالوں کا میلہ بھی ساتھ ہے

کاریگروں نے ٹھاٹھ علیحدہ جمائے ہیں
مٹی کے کچھ عجیب کھلونے بنائے ہیں

نیچر کی صنعتوں کے کرشمے دکھائے ہیں
جادو کے پتلے سیر نمایش کو آئے ہیں

بیجان ہیں یہ نقش بھی خوبی کے ساتھ ہیں
حاجت روائی ان کی مسیحا کے ساتھ ہیں

گھوڑ دوڑ میں وہ آئے ہیں گھوڑی پہ چال
دم سم میں بے نظیر تو دم خم میں بے مثال

بھولا ہوا ہے ابلق لیل و نہار چال
ساتھ انکے دو قدم چلے صرصر کی کیا مجال

دیتے ہیں گل کام ذرا سی مروڑ میں
جیسے ہوئے ہیں بازیاں انجن کی دوڑ میں

لاکھوں برس حضور کا حکم رواں رہے
جب تک زمیں پہ سایہ فگن آسماں رہے

خلاق مہر و ماہ سدا مہربان رہے
سر پر ہمارے دامن گوہر فشاں رہے

لطف جناب مریم و عیسیٰ بہم رہے
جب تک رہے جہان جہاں میں یہ دم رہے

تمام شد

بیگم پٹیالہ